حدیثِ استخارہ اور استنباطِ مسائل

حافظ عنایت اللہ*

ABSTRACT:

The chain of prophets (AS) started from Adam (AS) and finished on Muhammad (SAW). Due to the greatest love for his Ummah the Prophet (SAW) remained anxious about his Ummah that his Ummah should remain safe from persecution of the world hereafter and become stander able to Jannat.

Therefore, Muhammad (SAW) told to his Ummah those actions and prayers, by their regularity the connection of creature to the creator become the strongest. Moreover, he has guided about those matter which are related to future betterment and to avoid of loss. For the betterment of future, the action which Holy prophet (SAW) told is known as Istikhara. About this matter the Hadith which Holy prophet (SAW) has told is known as Hadith-i-Istikhara.

In this very Hadith Holy prophet (SAW) told about two Rakat Salaat-e-Istikhara and the procedure of Dua-e-Istikhara to his Ummah.

It is concluded by pondering over the words of Dua-e-Istikhara that these words contain many issues and explanation. Each word shows the power, control and knowledge of Allah and shows the weakness and helplessness of man.

خلاصہ:

امت سے بے پناہ شفقت کی بناء پر آپؐ ہمیشہ اس فکر میں رہتے تھے کہ امت عذابِ اخروی سے بچ کر جنت کی مستحق بن جائے۔ اسی لیے آپؐ نے امت کو وہ اعمال اور موقع و محل کی دعائیں بتلائیں کہ جس کی پابندی کرنے سے مخلوق کا تعلق خالق سے مضبوط سے مضبوط تر ہوتا رہے اس کے علاوہ آپؐ نے ایسے امور کے متعلق بھی امت کی رہنمائی فرمائی جس کا تعلق مستقبل کی بہتری حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے سے متعلق ہو۔ اس کے لیے آپؐ نے جو عمل بتلایا اس کو عملِ استخارہ کہتے ہیں اور اس بارے میں جو آپؐ نے حدیث بیان فرمائی اس کو حدیث استخارہ کہتے ہیں۔ اس حدیث میں آپؐ نے امت کو دو رکعت صلاۃ الاستخارۃ پڑھ کر دعائے استخارہ مانگنے کا طریقہ بتلایا۔

* ڈاکٹر، لیکچرار اسلامیات، گورنمنٹ ڈگری کالج نمبر1، ڈی آئی خان، drinayat65@yahoo.com
تاریخِ موصولہ: ۲۱ نومبر ۲۰۰۹ء

حدیث استخارہ اور استنباطِ مسائل:

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ انسانیت کے لیے عموماً اور اپنی امت کے لیے خصوصاً بڑے شفیق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ آپؐ اہلِ ایمان کے لیے سراپا شفقت اور مجسم رحمت ہیں: **بالمؤمنین رئوف الرحیم(۱)۔**

امت پر اسی بے پناہ شفقت کی بناء پر حضورؐ نے اہل ایمان کو استخارے کی تعلیم دی ہے تاکہ وہ اپنے امور میں صلاح و فلاح سے فیضیاب ہوں اور اس بابرکت عمل سے استفادہ کر سکیں اور یہ کہ تمام حالات میں ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ رہے۔ اس بارے میں استخارہ کے متعلق حضور ﷺ کا فرمان مبارک یہ ہے:

عن جابر بن عبداللہؓ قال: کان النبی ﷺ یعلمنا الاستخارة فی الامور کلها کالسورة من القرآن یقول: اذاھمّ احد کم بالامر فلیر کع رکعتین من غیر الفریضة ثم یقول: اللّٰھم انی استخیرك بعلمك واستقدرك بقدرتك واسئلك من فضلك العظیم فانك تقدر ولا اقدروتعلم ولااعلم وانت علام الغیوب، اللّٰھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیرلی فی دینی ومعاشی وعاقبة امری، اوقال: فی عاجل امری وآجله فاقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارك لی فیه وان کنت تعلم ان ھذا الامر شرلی فی دینی ومعاشی و عاقبة امری، اوقال: فی عاجل امری وآجله، فاصرفه عنی واصرفنی عنه واقدرلی الخیر حیث کان ثم رضنی به،قال: ویسمی حاجته (۲)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمیں تمام معاملات میں استخارہ اسی طرح سکھایا کرتے تھے جس طرح قرآن پاک کی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو اسے دو رکعت نفل نماز ادا کرنی چاہیے، پھر یہ دعا مانگنی چاہیے:

اے اللہ بے شک میں تیرے علم کے ذریعے تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں، تیری ہی قدرت کے ذریعے قدرت طلب کرتا ہوں اور تیرے عظیم فضل میں سے کچھ فضل و کرم کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اس لیے کہ تو، تو بے شک (ہر کام کی) قدرت رکھتا ہے (جبکہ) میں (کسی کام کی از خود) قدرت نہیں رکھتا تو، تو (سب کچھ) جانتا ہے اور میں (کچھ بھی) نہیں جانتا اور تو ہی غیب کی تمام باتوں کو خوب اچھی طرح جاننے والا ہے۔ اے اللہ اگر تیرے علم میں یہ کام میرے حق میں میرے دین، میری دنیاوی زندگی اور میرے انجام کار کے اعتبار سے میری دنیوی اور اخری زندگی کے لحاظ سے میرے حق میں بہتر ہے تو، تو اس کو میرے لیے مقدر فرما دے۔ اسے میرے لیے آسان کر دے اور پھر اس میں میرے لیے برکت ڈال دے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے دین و دنیا اور انجام کے لحاظ سے میری دنیوی اور اخری زندگی کے اعتبار سے میرے حق میں برا ہے تو، تو اس کام کو مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے پھیر دے اور جہاں (جس وقت اور جس کام

میں) میرے لیے خیر ہو وہ میرے لیے مقدر کر دے اور پھر مجھے اس کام کے ساتھ راضی بھی رکھ (راوی کہتے ہیں کہ) اور اپنی ضرورت بیان کرے۔

حدیث استخارہ سے مستنبط ہونے والے مسائل:

استخارۃ والی حدیث بہت سے مسائل اور عام فوائد پر مشتمل ہے ان میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) صلوٰۃ استخارہ کا مشروع ہونا اور اس کے بعد دعا کا ہونا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(۲) نبی ﷺ کا اپنی امت کے لیے استخارہ کا اہتمام کرنا، ان پر شفقت کرنے اور ان کو دین و دنیا اور آخرت کی اچھائیوں کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے ہے۔حافظ ابن حجر عسقلانی حدیث استخارہ کو رسول اللہ ﷺ کی امت پر شفقت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فی الحدیث شفقة النبی ﷺ علی امته وتعلیمهم جمیع ماینفعهم فی دینهم ودنیا هم(۳)

حدیث استخارہ میں حضور ﷺ کی اپنی امت پر شفقت کا اظہار ہے اور اس میں انہیں اپنے دین و دنیا کے سارے امور میں فائدہ پہنچانے والی چیزوں کی تعلیم ہے۔

(۳) حدیث میں راوی کا یہ قول: **کان رسول الله ﷺ یعلمنا الاستخارة فی الامور کلها** :عام ہے اور تمام امور پر مشتمل ہے جیسے کہ علامہ عینی فرماتے ہیں:

ان کے قول فی الامور کلہا کا مطلب یہ ہے کہ چھوٹے بڑے سارے معاملوں میں، کیونکہ بے شک مومن اپنے سارے معاملات کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دینا پسند کرتا ہے اور اس کی جناب میں اپنی طاقت اور قوت سے اظہار بیزاری کرتا ہے۔(۴)

یہاں امور سے مراد ہے امور مباح یعنی جائز امور میں استخارہ، کیونکہ واجب اور مستحب کے کرنے کے لیے استخارہ نہیں کیا جاتا اور اسی طرح حرام اور مکروہ امور کے چھوڑنے میں بھی استخارہ نہیں ہوتا، ہاں اگر مستحب امور میں دو امر متعارض ہو جائیں تو جس سے ابتدا کرے جائز ہے۔

جہاں تک حدیث کے عموم کا تعلق ہے تو یہ عظیم امور کو بھی شامل ہے اور حقیر امور کو بھی، کیونکہ بہت سے حقیر امور ایسے ہیں کہ ان پر ایک عظیم بات مرتب ہو جاتی ہے اس لیے آدمی کو چاہیے کہ وہ کسی امر کو حقیر ہونے کی وجہ سے حقیر نہ سمجھے کہ پھر اس کے اندر استخارہ چھوڑ دے کیونکہ حقیر امور کے بارے میں استخارہ چھوڑنے سے عظیم ضرر ہو سکتا ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لیسأل احد کم ربه حتیٰ فی شسع نعله(۵)

چاہیے کہ تم میں سے ہر شخص اپنے رب سے سوال کرے یہاں تک کہ اپنے جوتے کے تسمے کے لیے بھی۔

(۴) **قوله: کما یعلمنا السورة من القرآن**

اس سے **استخارۃ** کی اہمیت پر تنبیہ کی گئی ہے اور اس کی تاکید کی گئی ہے کہ یہ ایک پسندیدہ عمل ہے۔

علامہ عینیؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس میں استخارہ کے امر کے اہتمام کی طرف دلیل ہے اور اس میں استخارہ کی تاکید سمجھی جاتی ہے کہ وہ پسندیدہ عمل ہے۔(۶)

اسی طرح مُلّا علی قاری، شوکانی اور مبارکپوری وغیرہم نے بیان کیا ہے(۷)

اس حدیث میں استخارہ کی تعلیم کو قرآن کی تعلیم کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور یہ بات شدت اہتمام اور کمال توجہ کو واضح کرتی ہے۔

علامہ ابن حجر اس کی یہ تشریح کرتے ہیں:

اس میں اس دعا کی طرف اور اس نماز کی طرف مکمل توجہ کرنے کا اشارہ پایا جاتا ہے حضور ﷺ نے ان دونوں کو فریضہ اور قرآن کا رنگ دے دیا تشبیہ کی وجہ ان تمام باتوں میں احتیاج کا ہونا ہے جیسے کہ قرآن کی سورت سیکھنے میں احتیاج ہے ویسے یہاں استخارہ کے سیکھنے میں بھی احتیاج ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ جیسے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی حدیث میں آچکا ہے تشہد کے بارے میں کہ یہ تشبیہ بھی ایسی ہو۔(۸)

علمنی رسول الله ﷺ۔ وکفیّ بین کفّیه التشهد کما یعلمنی السورة من القرآن(۹)

رسول اللہ ﷺ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی میرا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا جیسا کہ آپ ﷺ نے مجھے قرآن کی سورت کی تعلیم دی۔

اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے: **اخذت التشهد من فیّ رسول الله ولقّنینه کلمة کلمة**(۱۰)

میں نے رسول ﷺ کے منہ مبارک سے لیا یعنی سنا اور آپ ﷺ نے مجھے اس کی تلقین کی ایک ایک کلمہ کر کے۔

امام ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں کہ سورت قرآن اور استخارہ کی مشابہت کی وجوہات حسب ذیل ہو سکتی ہیں۔

i۔ قرآن مجید کی طرح دعائے استخارہ کے حروف اور ترتیب کو محفوظ رکھا جائے اور ان میں کوئی ردوبدل نہ کیا جائے۔

ii۔ قرآن کی طرح دعائے استخارہ میں الفاظ کی کمی بیشی نہ کی جائے۔

iii۔ استخارہ کی تعلیم عام سورت کی طرح فرض نہیں ہے۔

iv۔ قرآن کی طرح استخارہ کو پوری پوری اہمیت دی جائے، اس کی برکت کو ایک حقیقت سمجھا جائے اور اس کے احترام کو ملحوظ رکھا جائے۔

v۔ قرآن اور استخارے میں مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ دونوں خدا کی طرف سے وحی کے ذریعے سے بنے ہیں۔

vi۔ قرآن کی طرح استخارے کو پڑھایا جائے اور اس کی محفاظت کی جائے تاکہ بھول نہ جائے۔

ابن ابی جمرہ کا موقف یہ ہے کہ ان وجوہ میں سے ساری وجوہ بھی ہو سکتی ہیں اور چند ایک بھی اور اس سے زیادہ بھی

ممکن ہیں(۱۱) بہرحال ان تمام باتوں کے علاوہ اور باتوں کا احتمال بھی ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم

(۵) **قولہ ﷺ اذاھم احدکم الامر**: جب ارادہ کرے تم میں سے کوئی کسی کام کا لغت میں ھمّ کے معنی اس ارادہ کے ہیں جو ابھی دل ہی میں ہو(۱۲)

ارادہ سے مراد نکاح کا ارادہ، سفر کا یا اس کے علاوہ کسی اور چیز کے کرنے اور چھوڑنے کا ارادہ کرنا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی حدیث ابن مسعودؓ کو سامنے رکھتے ہوئے جہاں ھمّ کی جگہ ارادہ کا لفظ آیا ہے۔ ھمّ کے معنی ارادہ کرنے کے لیتے ہیں۔(۱۳)

شیخ الساعاتی کا خیال ہے کہ ھمّ سے یہاں مراد عزم ہے کیونکہ ھمّ کسی کام کے کرنے کے قصد کا آغاز ہے اور عزم کسی چیز کے حاصل کرنے کے لیے دیر تک رہنے والا قصد ہے اور ساتھ ہی اس چیز کے حصول کی رغبت بھی ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا عزم کرے کہ جس میں وہ خیر کا پہلو نہ جانتا ہو(۱۴) ابن ابی جمرہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دل پر آنے والی باتیں اس کے کئی درجے ہیں (الف) ہمت، (ب) لمت، (ج) خطرہ، (د) نیت، (ہ) ارادہ، (و) عزیمت۔ پہلی تین پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا، بخلاف آخری تینوں پر کہ ان پر ہوتا ہے۔ پس اس کے قول ''اذاھم'' جب ارادہ کرتا ہے۔ یہ اشارہ ہے اس پہلے حال پر جو دل پر وارد ہوتا ہے پس اس میں استخارہ کرتا ہے پس اس پر نماز اور دعا کی برکت سے جو بہتر بات ہے وہ ظاہر ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے کہ جب بات اس کے ہاں پختہ ہو جاتی ہے اور اس میں اس کی عزیمت مضبوط ہو جاتی ہے اور اس کی طرف میلان اور محبت ہو جاتی ہے۔ پس بوجہ اس کی طرف میلان کے غلبہ کے صحیح بات کے پوشیدہ ہونے کا ڈر ہوتا ہے۔(۱۵) ابن ابی جمرہ آگے فرماتے ہیں:

ویحتمل ان یکون المراد بالھم العزیمة (۱۶) اور ھمّ سے عزیمت مراد ہونے کا احتمال ہوسکتا ہے۔
کیونکہ استخارہ تو صرف اس خیال پر کیا جاسکتا ہے کہ جس کے کر گزرنے کا عزم ہو۔

(۶) **قولہ ﷺ فلیر کع رکعتین**: پس ضرور وہ ادا کرے دو رکعتیں۔

یہ دو رکعت نماز نفل بہ نیت استخارہ پڑھنا یہ کم سے کم تعداد دو رکعت ہے کہ جو حصولِ مقصد کے لیے مطلوب ہے۔
کیونکہ ایک رکعت سے نماز نہیں ہوتی البتہ زیادہ رکعتیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

(۷) **قولہ ﷺ من غیر الفریضة**: فرض کے علاوہ میں سے (نماز نافلہ میں سے)

نماز نافلہ جیسے کہ نماز تحیة المسجد یا نماز تحیة الوضو ہے۔ یہ نماز استخارہ اوقات مکروہہ کے علاوہ ہر وقت پڑھی جاسکتی ہے۔

غیر الفریضہ کی شرط اس وضاحت کے لیے ہے کہ استخارے کی ان دو رکعتوں کو فجر کی دو رکعتوں سے الگ سمجھا جائے اسی طرح فجر کی دو سنتوں کو دعائے استخارہ مانگ لینے سے نماز استخارہ قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ فتح الباری میں علامہ

ابن حجر نے اس کی وضاحت کی ہے(۱۷)

قاضی شوکانی فرماتے ہیں کہ استخارہ کے نفل، فرض، سنت اور مخصوص نفل نمازوں مثلاً تحیۃ المسجد وغیرہ کے بعد محض دعائے استخارہ پڑھ لینے سے ادا نہیں ہوتی لہٰذا الگ طور پر استخارہ کی نیت سے یہ نفل نماز پڑھنی چاہیے(۱۸)

اور یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ نماز تطوع اور نافلہ کہنے کی بجائے ''من غیر الفریضة '' کہہ کر تعارف کرانے میں حکمت اور مصلحت یہ ہو کہ یہ نماز گو فرض نہیں تاہم اہم ضرور ہے۔

(۸) قولہ ﷺ اللّٰهم انی استخیرك:

اے اللہ میں تجھ سے ان دو امروں میں سے جو بہتر ہے طلب کرتا ہوں یا میں تجھ سے بہتر اور بہتری کو طلب کرتا ہوں۔ شیخ مبارک پوری نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ میں تجھ سے اس بات کا بیان کرنا طلب کرتا ہوں کہ کون سی چیز میرے حق میں بہتر ہے۔(۱۹)

(۹) قولہ ﷺ بعلمك: ساتھ تیرے علم

اس میں ب تعلیل کے لیے ہے یعنی تحقیق تو سب سے زیادہ جانتا ہے۔

مُلّا علی قاری فرماتے ہیں۔ بسبب تیرے علم کے اور مراد یہ ہے کہ میں تجھ سے کرنے اور چھوڑنے کے دو کاموں میں سے بہتر کام کے لیے اپنے شرح صدر کی درخواست کرتا ہوں کیونکہ تیرا علم تمام امور کی کیفیات اور ان کی کلیات و جزئیات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ انہی صفات کا مالک ہی درحقیقت بہتر کا احاطہ کرسکتا ہے(۲۰)

اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں ب استعانت کے لیے ہو، مراد یہ ہوگی کہ میں تجھ سے تیرے علم کا سہارا لے کر اور اسی کا واسطہ دے کر طلب خیر کرتا ہوں۔

(۱۰) قولہ ﷺ استقدرك: میں قدرت طلب کرتا ہوں تجھ سے۔

میں تجھ سے یہ طلب کرتا ہوں کہ تو مجھے اس کام کے کرنے کی قدرت دے دے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ معنی ہوں کہ میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو میرے لیے اس کام کا کرنا مقدر کردے یعنی مراد ہے آسان کردے جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔(۲۱)

(۱۱) قولہ ﷺ بقدرتك: تمہاری قدرت کے ساتھ

یعنی میں استخارہ کرتا ہوں تیری قدرت سے اس لیے کہ تو زیادہ قدرت والا ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ ب استعانت کی ہو یعنی میں استخارہ کرتا ہوں تیری مدد سے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے''**بسم اللّٰه مجرھا و مرسٰھا**''(۲۲)

یعنی میں تیرے علم سے مدد حاصل کرتے ہوئے خیر طلب کرتا ہوں کیونکہ میں نہیں جانتا کہ کس چیز میں میری بہتری ہے اور طلب کرتا ہوں تجھ سے قدرت کیونکہ لاحول ولاقوۃ الا بک۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ با استعطاف کی ہو یعنی شفقت

اور مہربانی طلب کرنے کے لیے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے قول: ''**انعمت علیّ**'' میں ہے (۲۳)

یعنی اے اللہ میں تجھ سے بوجہ تیرے علم محیط اور تیری قدرت کاملہ کی وجہ سے استخارہ کرتا ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ ب سببیہ ہو ای بسبب علمك یعنی تیرے علم کے سبب سے اور معنی یہ ہوں گے کہ میں تجھ سے طلب کرتا ہوں تیرے علم کے سبب کہ مجھے شرح صدر ہو جائے خیر الامرین یعنی ان دو امروں میں سے جو بہتر ہے۔ کیونکہ ان امور کی کیفیات، ان امور کی جزئیات اور ان امور کی کلیات سب پر تیرا علم محیط ہے کیونکہ ان امور میں سے جو بہتر امر ہے اس کا احاطہ حقیقت میں تیرے سوا کوئی نہیں کر سکتا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

وعسیٰ ان تکر ھوا شیئاً وھو خیرلکم وعسیٰ ان تحبوا شیئاً وھو شرلکم واللّٰہ یعلم وانتم لاتعلمون (۲۴)

(۱۲) **قولہ ﷺ: واسئلك من فضلك العظيم**: میں سوال کرتا ہوں تجھ سے تیرے فضل عظیم میں سے کچھ فضل کا

مُلّا علی قاری فرماتے ہیں: **ای تعیین الخیر وتبیینه وتقدیره وتیسیره واعطاء القدرة لی علیه** (۲۵)

یعنی میں تیرے عظیم فضل و کرم سے خیر کو متعین کرنے، اس کو واضح کرنے، اس کو میرے لیے مقدر کر دینے، اس کی آسانی پیدا کرنے اور اس پر مجھے قدرت عطا کر دینے کا سوال کرتا ہوں۔

اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عطا کرنا یہ اس کا فضل ہے کسی کا حق نہیں ہے اور اسی طرح اس کی نعمتوں میں کسی کا اس پر حق نہیں ہے اہلِ سنت کا یہی مذہب ہے جیسا کہ خلیل احمد سہارنپوری نے اس کی وضاحت کی ہے۔ (۲۶)

(۱۳) **قولہ ﷺ فانك تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب**:

پس بے شک تو ہی قدرت رکھتا ہے اور میں تو قدرت نہیں رکھتا اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور آپ علاّم الغیوب ہیں۔

اس میں اشارہ ہے کہ علم اور قدرت اکیلے اللہ ہی کے لیے ہے اور بندہ کے لیے اس میں سے وہی کچھ ہے جو اللہ اس کے لیے آسان کر دے اور دعا کا جو مقام ہے وہ اسی کے لائق ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ **ان اللّٰہ یحب الملحّین فی الدعاء** (۲۷)

بیشک اللہ تعالیٰ دعا میں الحاح یعنی بار بار پڑھنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ مومن پر واجب ہے کہ تمام امور کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے اور تمام قدرتوں اور طاقتوں سے برأت کا اظہار کرنے اور کسی چھوٹے اور بڑے امر کا ارادہ کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ وہ اس کو بہتر عمل پر آمادہ کرے اور برے عمل کو اس سے ہٹا دے اور ہر امر میں اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی احتیاج کا اظہار کرے اور اپنی بندگی کا اظہار کرے اور سید المرسلین ﷺ کی سنت کے اتباع سے برکت حاصل کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے استخارہ کرے۔

(۱۴) **قولہ ﷺ: اللّٰھم ان کنت تعلم ان ھٰذہ الامر**: ان کنت تعلم: اگر تو جانتا ہے، یقیناً تو جانتا ہے۔

یہاں ان (اگر) کے ہوتے ہوئے اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ بے شک تو جانتا ہے اور کلام کو شک کے محل میں اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ کی طرف تفویض اور اس معاملے میں اس کے علم کے ساتھ راضی رہنے کے معنی پیدا ہو سکیں۔اس کو اہل بلاغت تجاہل عارفانہ کہتے ہیں اور شک کی آمیزش کلام میں یقین کے معنوں میں ہوتی ہے۔

ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہاں شک اللہ کے اصل علم کے بارے میں نہیں بلکہ انسان کے اپنے خیر وشر جاننے کے بارے میں ہے۔(۲۸)

ھذا الامر :اس معاملے میں مراد یہ ہے کہ ہٰذا الامر کی جگہ زبان سے اس کام کا ذکر کرے مثلاًہٰذا النکاح،ہٰذا البیع اور ہٰذا السفر وغیرہ کہے یا اپنے دل میں اس کام کا خیال لائے۔

(۱۵) قولہ ﷺ: خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری،او قال: فی عاجل امری وآجلہ

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہاں راوی کو اس میں شک ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فی دینی و معاشی و عاقبة امری تینوں الفاظ کی جگہ فی عاجل امری و آجلہ فرمایا تھا یا صرف آخری دو لفظوں معاشی و عاقبة کی جگہ فی عاجل امری و آجلہ پڑھنے کے لیے ارشاد فرمایا۔حدیث ابی سعید الخدریؓ اور حدیث ابن مسعودؓ میں عاقبة امری پر اکتفا کیا گیا ہے۔اس طرح حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات میں بھی اس نوعیت کا کوئی شک واقع نہیں ہوا۔(۲۹)

کرمانی فرماتے ہیں کہ چونکہ یقینی طور پر یہ معلوم نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس مقام پر کیا الفاظ ارشاد فرمائے تھے لہٰذا دعا مانگنے والے کو یہ دعا تین بار مانگ لینی بہتر ہوگی۔پہلی دفعہ فی دینی و معاشی و عاقبة امری کہنا چاہیے۔ دوسری دفعہ فی عاجل امری و آجلی اور تیسری دفعہ فی دینی و عاجلی آجلی کہہ لینا چاہیے۔(۳۰)

شیخ حسن شرنبلالی کہتے ہیں کہ دونوں روایتوں کو اکٹھا کر لینا چاہیے پس **عاقبة امری و عاجلہ وآجلہ** کہنا چاہیے۔(۳۱)

یہاں دین کو مقدم کیا کیونکہ تمام امور میں یہی اہم ہے پس جب دین محفوظ ہوگا تو خیر حاصل ہوگی لیکن جب دین مختل ہوگا تو اس کے بعد کوئی خیر نہیں۔

(۱۶)قولہ ﷺ: فاقدرہ لی، ویسرہ لی، ثم بارك لی فیه

پس تو مقدر کر دے اسے، میرے لیے اس کو آسان بنادے پھر میرے لیے اس میں برکت دے دے۔

اس حدیث میں قدر کا ذکر دوبار آیا ہے اور یہ عبارت ہے اس سے کہ جس کا فیصلہ اللہ نے کیا ہے اور جس امر کا حکم اللہ نے کیا ہے۔اور یہ مصدر ہے قَدَرَ یقدر رقدراً، قدراً بھی ہے اور قدر بھی (دال ساکن کے ساتھ) اسی لفظ میں سے لیلة القدر کا لفظ ہے کہ جس کے اندر لوگوں کے ارزاق مقرر کیے جاتے ہیں اور فیصلہ کیا جاتا ہے اور اسی سے حدیث استخارہ ہے بعض کہتے ہیں اس کے معنی یسرہ لی عنی میرے لیے اسے آسان کر دے، ہے پس اس کے بعد آنے والا قول عطف تفسیری

ہوگا۔ثم بارك لی فیه یعنی زیادہ کرتو اچھائی کو اور برکت کو جو تو میرے لیے مقدر کرے اور آسان کرے۔

(۱۷)**قولہ ﷺ: فاصرفه عنی واصرفنی عنه**: پس (شرکو) تو پھیر دے مجھ سے اور تو پھیر دے مجھے اس (شر) سے۔یعنی میرے اور اس شر کے درمیان میں دوری پیدا کر دے مجھے اس کے کرنے کی طاقت نہ دے اور میرے لیے اس کے کرنے اور عملی جامہ پہنانے میں دشواری اور مشکل پیدا کر دے۔ واصرفنی عنه اس میں قول فاصرفه کی تاکید ہے کیونکہ انسان شر سے دور نہیں ہوتا جب تک کہ وہ خود اس شر سے دور نہ کر دیا جائے۔یہ بھی درست ہے کہ فاصرفه سے یہ مراد لی جائے کہ مجھے اس کے کرنے کی قدرت نہ دی جائے اور اصرفنی عنه سے مراد یہ ہوگی کہ میرے دل کو اس شر سے پھیر دے یہاں تک کہ دل بھی اس میں مشغول نہ رہے۔

قاضی شوکانی فرماتے ہیں کہ ان جملوں میں جس بات میں بھلائی نہ ہو تو اس سے پھیر دینے کے تمام پہلوؤں کی کامل ترین طلب ہے۔اس میں صرف برائی کو پھیر دینے کی درخواست نہیں کی گئی بلکہ اگر دل بھی اس کے حاصل کرنے کا آرزو مند رہے تو اس کے دل کو کبھی اطمینان نصیب نہیں ہو سکے گا (۳۲)

اس حدیث میں اہل سنت کی یہ دلیل ہے کہ شر بھی اللہ کی تقدیر میں سے ہے کیونکہ جب وہ خیر کی ایجاد پر قادر ہے تو اس کے پھیرنے پر بھی ضرور قادر ہے۔

(۱۸)**قولہ ﷺ: رضنی به**: مجھے راضی کر دے اس کے ساتھ

رضنی کا فعل امر (مصدر) ترضیه سے بنا ہے اور یہ کسی چیز کو راضی کر دینے کو کہتے ہیں۔

بعض روایات میں ارضنی بہ آیا ہے جو ارضا (راضی کرنے) سے ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ مجھے شر سے دور ہو جانے اور خیر کے حاصل ہونے پر راضی کر دے۔

قاضی شوکانی فرماتے ہیں: جب انسان کے لیے خیر مقدر ہو جائے اور وہ اس پر راضی نہ ہو تو اس کی زندگی مکدر ہو جائے گی اور اللہ کے فیصلے اور تقدیر پر راضی نہ ہونے کی وجہ سے گناہ گار بھی ہوگا۔حالانکہ جس پر وہ راضی نہیں ہوا وہ خیر ہی تھا۔(۳۳)

رضنی به یا ارضنی به میں بہ (اس کے ساتھ) کی بجائے طبرانی کی معجم اوسط میں حدیث ابن مسعودؓ کے مطابق رضنی بقضائك (تو اپنے فیصلے پر مجھے راضی کر دے) اور حدیث ابی ایوب انصاریؓ میں رضنی بقدرتك (اپنی قدرت ہی کے ساتھ مجھ راضی کر دے) کے الفاظ ہیں۔حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنی ایک حدیث میں رضنی بقدرتك (اپنی قضا و قدرت پر مجھے راضی کر دے) کے الفاظ نقل کیے ہیں۔(۳۴)

(۱۹)**ویسمی حاجته**: اور (استخارہ کرنے والا) نام لے اپنی ضرورت کا:

یہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان یعنی حدیث قولی کا حصہ نہیں ہے۔بلکہ راوی کا قول ہے یہ حاجت کا بیان کرنا دعا میں هذا الامر کے مقام پر ہوگا۔حرف مدعا زبان پر لانا چنداں ضروری نہیں پس دل میں استحضار اور نیت میں اس کام کو متعین کر لینا کافی ہوگا۔

امام قسطلانی کا خیال یہ ہے کہ دعا پڑھنے کے بعد زبان سے اپنی حاجت اللہ کے سامنے بیان کرے یا دعا کے دوران دل میں اپنی حاجت کو مستحضر کرے۔(۳۵)

محدثین نے سنت کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

۱۔قولی ۲۔فعلی ۳۔تقریری

شریعت کے احکام ان تین طریقوں سے ثابت ہوتے ہیں۔استخارہ کی حدیث احادیث کی اقسام میں سے حدیث مرفوعہ ہےاور سنت کی اقسام میں سے قولی ہے۔

عمل استخارہ کی اہمیت کے پیش نظر فقہاء امت نے حدیث استخارہ سے موتی نکال کر امت کو دے دیے ہیں اب اگر امت اس کو حرز جان بنالے تو دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز اس میں مضمر ہے لیکن اگر بدقسمتی سے اس سے پہلو تہی برتی جائے جیسا کہ ہمارا حال ہے یا جو کچھ ہم اسلام کے اصولوں کے ساتھ ''روشن خیالی'' کے نعروں سے مرعوب ہو کر کر رہے ہیں تو پھر اس کا نتیجہ بھی ہمارے سامنے پوری دنیا میں امت مسلمہ کی شکست، ظلمت، تاریکی اور ظلم و بربریت، تاریخ رقم کر رہی ہے۔آج بھی وقت ہے کہ ہم سنبھل جائیں اور اللہ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کے مبارک طریقوں کا مذاق اڑانا چھوڑ دیں بلکہ اپنی زندگیوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے کمر بستہ ہو جائیں۔اس سلسلے میں عمل استخارہ سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

مراجع وحواشی

(۱) القرآن: "سورہ توبہ" ۹:۱۲۸

(۲) امام بخاری، محمد بن اسماعیل ۲۵۶ھ، "الادب المفرد" المکتبۃ الاثریۃ، شیخوپورہ، س ن ص ۱۸۲۔۱۸۳

امام بخاری، محمد بن اسماعیل ۲۵۶ھ، "صحیح بخاری" دارالفکر، بیروت ۱۹۹۴ء

۱۔کتاب التهجد (۱۹) باب ماجاء فی التطوع مثنی مثنی (۲۵) حدیث (۱۱۶۲)

۲۔کتاب الدعوات (۸۰) باب الدعاء عندالاستخارة (۴۸) حدیث (۶۳۸۲)

۳۔کتاب التوحید (۹۷)باب قول اللّٰہ تعالیٰ (قل هوالقادر) (۱۰) حدیث (۷۳۹۰)

امام ابودائود، سلیمان بن الأشعث السجستانی ۲۷۵ھ: "سنن ابی دائود" دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ، کتاب الصلاۃ (۲) باب الاستخارۃ (۵۲۱) حدیث (۱۵۲۴)

امام ترمذی، محمد بن عیسیٰ الترمذی ۲۷۹ھ: "سنن ترمذی" دارالفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ

کتاب الوتر (۳) باب ماجاء فی صلاۃ الاستخارۃ (۳۴۳) حدیث (۴۶۳)

امام نسائی، احمد بن شعیب النسائی ۳۰۳ھ: "سنن نسائی" داراحیاء التراث العربی، بیروت س ن، کتاب النکاح (۲۴) باب کیف الاستخارۃ (۱۶۳۸) حدیث (۳۲۵۸

امام ابن ماجه، محمد بن یزید القزوینی ۳۷۵ھ: "سنن ابن ماجه" داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۳۹۵ھ، کتاب الاقامۃ والسنۃ فیها (۵) باب ماجاء فی صلاۃ الاستخارۃ (۱۸۸) حدیث (۱۳۸۳)

امام احمد بن حنبل، ابوعبداللّٰہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی ۲۴۱ھ: "مسند امام احمد" المکتب الاسلامی، بیروت ۱۳۸۹ھ ج ۳ ص ۳۴۴

ابن ابی شیبہ، عبداللّٰہ بن محمد بن ابی شیبہ ۲۳۵ھ: "المصنف فی الاحادیث والآثار" دارالسلفیة، ہند ۱۳۹۹ھ، ج ۷، ص ۶۴

ابن ابی حاتم، عبدالرحمٰن بن محمد الرازی ابن ابی حاتم ۳۲۷ھ: "الجرح والتعدیل" دائرة المعارف العثمانیہ، ہند ۱۲۷۱ھ، ج ۵، ص ۲۹۵

امام بغوی، حسین بن مسعود البغوی ۵۱۶ھ: "شرح السنة" المکتب الاسلامی، بیروت ۱۴۰۳ھ، ج ۴ ص ۱۵۳

محمد بن علان الشافعی: "الفتوحات الربانیة علی الأذکار النواویة" داراحیاء التراث العربی، بیروت س ن، ج ۳ ص ۳۴۵

البھقی، امام ابوبکر احمد بن حسین البھقی ۴۵۸ھ: "سنن الکبری" دارالکتب العلمیة، بیروت ۱۴۲۴ھ، ج ۳ ص ۵۳ ابن عدی، ابواحمد عبداللّٰہ بن عدی الجرجانی: "الکامل فی ضعفاء الرجال" دارالفکر، بیروت س ن، ج ۴ ص ۳۰۷

ابن حجر عسقلانی، شھاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن ابی بکر الشافعی ۸۵۲: "تھذیب التھذیب" احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۳ھ، ج ۵ ص ۱۸۵

ابن قدامة، شمس الدین ابن قدامی المقدسی: "المغنی والشرح الکبیر" دارالکتاب العربی، بیروت س ن، ج ۱ ص ۹۷

تقی الدین، محمد بن احمد الفتومی الحنبلی: "منتھی الارادات" موئسسة الرسالة، بیروت ۱۴۱۹ھ، ج ۱ ص ۲۷۶

النووی، امام ابوذکریا محی الدین بن شرف النووی: "کتاب المجموع" داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ، ج ۱ ص ۳۷۷

مولانا محمد ادریس کاندھلوی: "التعلیق الصبیح علی مشکوٰة المصابیح" المکتبة العثمانیة، لاھور س ن، ج ۲ س ۱۱۴

امیر علائوالدین علی بن بلبان الفارسی ۷۳۰ھ، "الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان" دارالکتب العلمیہ، بیروت س ن، ج ۲ ص ۱۲۳

(۳) ابن حجر عسقلانی، شھاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن ابی بکر الشافعی ۸۵۲ھ: "فتح الباری شرح صحیح البخاری" المکتبة السفیة، مصر س ن، ج ۱۱ ص ۱۸۵

(۴) علامہ عینی، اما بدرالدین عینی: "عمدة القاری" المنیریة، مصر س ن، ج ۱۱ ص ۲۳

(۵) سنن ترمذی، کتاب الدعوات (۴۵) باب (۵۰۸) حدیث (۱۵۳۸)

(۶) عمدة القاری، ج ۷ ص ۲۲۳

(۷) ملا علی قاری، علامہ نور الدین علی بن محمد بن سلطان ۱۰۱۴ھ، "مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح" دارالفکر، بیروت ۱۳۹۸ھ، ج ۳ ص ۴۰۱

الشوکانی، محمد بن علی الشوکانی ۱۲۵۰ھ: "نیل الاوطار شرح منتقی الأخبار" دارالجیل، بیروت ۱۹۷۳ء، ج ۳ ص ۸۸

محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم مبارکپوری: "تحفة الأحوذی شرح جامع الترمذی" دارالکتاب العربی، بیروت س ن، ج ۲ ص ۵۰۶
(۸) فتح الباری، ج ۱۱ ص ۱۸۵
(۹) صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ (٤) باب التشهد فی الصلوٰۃ (۱۸۱) حدیث (۹۰۱)
(۱۰) الطحاوی، امام ابی جعفر احمد بن محمد الطحاوی: "شرح معانی الأثار" الانوار المحمدیه، مصر س ن، ج ۱ ص ۲٦۲
(۱۱) ابن ابی جمره، امام العارف ابی محمد عبداللّٰه بن ابی جمرة الازدی الاندلسی ۵۹۷ھ: "بهجة النفوس شرح مختصر صحیح بخاری" دارالجیل، بیروت ۱۹۷۲ء، ج ۲ ص ۸۷
(۱۲) راغب اصفهانی، ابی القاسم الحسین بن محمد بن المفضل ۵۰۲ھ: "المفردات فی غریب القرآن"، دارالمعرفت، بیروت س ن، ص ۱۲۰
(۱۳) فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۸۵
(۱٤) شیخ احمد عبدالرحمٰن البنا الساعاتی: "بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی" مصطفیٰ البابی، مصر ۱۳۵۵ھ، ج ۵ ص ٤٦
(۱۵) بهجة النفوس، ج ۲، ص ۸۸ (۱٦) بهجة النفوس، ج ۲ ص ۸۸
(۱۷) فتح الباری، ج ۱ ص ۱۵٤ (۱۸) نیل الاوطار، ج ۳ ص ۸۳
(۱۹) شیخ ابوالحسن عبیداللّٰه مبارکپوری: "مرعاة المفاتیح" نامی پریس لکهنئو، دهلی ۱۳۷۸ھ، ج ۲ ص ۲٤۷
(۲۰) مرقاة المفاتیح، ج ۳ ص ۲۰٦
(۲۱) امام شهاب الدین قسطلانی: "ارشاد الساری" الامیریه بولاق، مصر س ن، ج ۹ ص ۲۱۷
امام ابن العربی المالکی: "عارضة الاحوذی شرح جامع الترمذی" دارالفکر، بیروت ۱٤۱۵ھ، ج ۱ ص ٤٦٤
امام شمس الدین، محمد بن یوسف کرمانی: "الکواکب الداری شرح البخاری" البهیة المصریه، مصر ۱۳٦۵ھ، ج ۵ ص ۲۱۰
"عمدة القاری" ج ۷ ص ۲۲٤
(۲۲) القرآن "سورة هود" ٤۱:۱۱ (۲۳) القرآن "سورة القصص" ۱۷:۲۸
(۲٤) القرآن "سورة البقرة" ۲۱٦:۲ (۲۵) مرقاة المفاتیح، ج ۳ ص ۲۰٦
(۲٦) شیخ خلیل احمد سهارنپوری: "بذل المجهود فی حل ابی دائود" دارلفکر بیروت س ن، ج ۷ ص ۳۹٦
(۲۷) العقیلی، حافظ محمد بن عمرو العقیلی: "الضعفاء الکبیر" دارالکتب العلمیه، بیروت س ن، ج ٤ ص ٤۵۲
(۲۸) فتح الباری، ج ۱۱ ص ۱۸٦ (۲۹) فتح الباری، ج ۱۱ ص ۱۸٦
(۳۰) شرح الکرمانی، ج ۲۲ ص ۱٦۹
(۳۱) شیخ حسن شرنبلانی: "مراقی الفلاح شرح نور الایضاح" دارالکتب العربیه، مصر س ن، ص ۷۳
(۳۲) نیل الاوطار، ج ۳ ص ۸٤ (۳۳) نیل الاوطار، ج ۳ ص ۸٤
(۳٤) الهیثمی، حافظ نورالدین علی بن ابی بکر (۸۰۷ھ)، "موارد الضمان الیٰ زوائد ابن حبان" السلفیة، مصر س ن، ص ۷۷ (۳۵) ارشاد الساری، ج ۹ ص ۲۱۷